Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۲/۷۷ | سوموار ۱۲ شعبان ۱۴۱۲ھ، ۱۷ تبلیغ ۱۳۷۱ ہش، ۱۷ فروری ۱۹۹۲ء | نمبر ۳۹

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک دُعا

"اے خدا! تُو مالک ہے قادر ہے۔ یہ بھی تو کر سکتا ہے کہ میرے زمانے میں ایک کروڑ کر دے تاکہ ہم یہ تو کہہ سکیں کہ پہلے تو اندازے تھے اب اعداد و شمار سے ہم تمہیں دکھاتے ہیں اور واقعات تمہاری آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں کہ یہ دیکھو ایک ہی (امام) کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے ایک کروڑ عطا کئے۔"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"لوگوں کے کاموں میں بہت حصّہ دنیا کا ہوتا ہے اور اس فکر میں ہوتے ہیں کہ یہ کرو وہ کرو اور وقت مؤجل آپہنچتا ہے۔ خدا ایسا نہیں کہ کسی کو ضائع کرے۔ یہ اعتراض کہ ہمارے املاک تباہ ہو جاویں گے غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ وغیرہ کے املاک ہی کیا تھے؟ ایک ایک دو دو سو یا کچھ زیادہ روپیہ کسی کے پاس ہوگا مگر اس کا اجر اُن کو یہ ملا کہ خدا تعالیٰ نے بادشاہ کر دیا۔ اور قیصر و کسریٰ کے وارث ہو گئے مگر خدا تعالیٰ کی غیرت یہ نہیں چاہتی کہ کچھ حصّہ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا اور توحید کی حقیقت بھی یہی ہے کہ غیر از خدا کا کچھ بھی حصّہ نہ ہو۔ توحید کا اختیار کرنا تو ایک مَرنا ہے لیکن اصل میں یہ مَرنا ہی زندہ ہونا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۳۶)

"یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ خدا پر اُمید رکھے اور ایک اور بھی حِصّہ دار ہو۔ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ حصّہ سے خدا راضی نہیں ہوتا بلکہ فرماتا ہے کہ حصّہ داری سے جو حصّہ انہوں نے خدا کا کیا ہوتا ہے وہ بھی خدا انہی کا کر دیتا ہے۔ کیونکہ غیرت احدیت حصّہ داری کو پسند نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء باوجود غریب۔ یتیم اور بیکس اور بلا اسباب ہونے کے اور پھر بموجب قانون دنیا کے بے ہُنر ہوتے کے آگے سے آگے قدم بڑھاتے ہیں اور یہ سب سے پہلا ثبوت خدا تعالیٰ کی خدائی کا ہے۔ اسی لئے اُن کے مخالف حیران ہو جاتے ہیں۔ کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔ جو شخص بڑا جاہل اور ان کے تقدس سے بے خبر ہوتا ہے۔ وہ بھی کم از کم اُن کی دانائی کا قائل ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۳۷)

درخواست دعا

○ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مکرم شیخ لطف الرحمٰن صاحب جو میری بیٹی عزیزہ محمودہ رحمان کے خسر ہیں ان کے دو اپریشن ہوئے ہیں اور گذشتہ دو روز حالت بہت تشویشناک رہی اب ان کی صحت قدرے بہتر ہے۔

احباب کرام سے ان کی جلد و مکمّل صحت یابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

○ مکرم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعتہائے ضلع شیخوپورہ چند دنوں سے بوجہ نمونیہ شدید بیمار ہیں دونوں پھیپھڑوں پر بہت زیادہ اثر ہے کھانسی شدید ہے اور کمزوری بھی بہت ہے۔ احباب کی خدمت میں محترم چوہدری صاحب کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

○ مکرم چوہدری شبیّر احمد صاحب وکیل المال اوّل ربوہ کی اہلیہ صاحبہ محترمہ لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں۔ پہلے فضل عمر ہسپتال میں داخل رہیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۹۱ء سے انہیں ہسپتال سے گھر لایا گیا ہے۔ تاہم فضل عمر ہسپتال کے معالجین کی نگرانی میں ہی علاج ہو رہا ہے۔

احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کی کامل شفایابی کے لئے دُعا کریں۔

شہر کو خوبصورت بناؤ تا تمہارے دل بھی خوبصورت ہو جائیں

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت فضلِ عمرؓ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

"جب میں تصوّر کرتا ہوں تو یورپ کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ہر گھر میں دروازوں کے آگے چھجے بنے ہوئے ہیں اور ان پر بکسوں میں بھری ہوئی مٹی پڑی ہے اور اس میں پھول لگے ہوئے ہیں۔ جس گلی میں سے گذرو پھول ہی پھول نظر آتے ہیں اور سارا شہر ایک گلدستہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ ربوہ بھی اسی طرح بنایا جا سکتا ہے۔ بڑی محنت کی ضرورت نہیں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس سے بیوی بچوں کو باغبانی کا فن بھی آجاتا ہے۔ صحت بھی اچھی ہو جاتی ہے اور کچھ آمد کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے مثلاً گھروں میں خربوزے ککڑی اور دوسری چیزیں لگا دی جائیں تو خوبصورتی کی خوبصورتی نظر آئے گی۔ صحت بھی اچھی رہے گی اور کھانے کو ترکاری بھی مل جائے گی جو یہاں نصیب نہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یورپ کا ڈاکٹر بھی کہتا ہے کہ سبزیاں کھاؤ۔ اور پاکستان کا ڈاکٹر بھی کہتا ہے کہ سبزیاں کھاؤ مگر پاکستان میں سبزیاں نہیں ملتیں۔ اگر لوگ گھروں میں سبزیاں لگانے لگ جائیں اور سبزیاں کھانے کی عادت ڈالیں تو اس سے ان کی صحت میں ترقی ہوگی اور پھر جو شخص گھروں میں سبزیاں لگائے گا اور اسے سبزی کھانے کی عادت ہوگی اور دکاندار سے بھی اصرار کرے گا کہ سبزیاں لاؤ۔ اور دکاندار آگے زمینداروں سے اصرار کرے گا کہ تم سبزیاں اُگاؤ۔ اس طرح ملک میں سبزیاں کاشت کرنے کا رواج عام ہو جائے گا۔ پس تم شہر کو خوبصورت بناؤ تا تمہارے دل بھی خوبصورت ہو جائیں۔ دیکھو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کس قدر خیال تھا۔ آپ نے فرمایا لوگو! نمازوں میں تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو۔ اگر تم صفیں سیدھی نہیں کرو گے تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اب صفیں سیدھی رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ دور سے دیکھنے والے کو صفیں خوبصورت معلوم ہوں۔

پس بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (اس) سے مراد زیبائش ہے اور اس کا مطلب

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۷ تبلیغ ۱۳۷۱ ہش ۱۷ فروری ۱۹۹۲ء

لوگوں کا غم اپنائیے

اپنا غم کسی کے پاس بیان کیجیے۔ اپنا دُکھڑا کسی کو سُنائیے تو غم ہلکا ہوگا اور دُکھڑے کی اذیّت کم ہو جائے گی۔ جو لوگ اپنے غم کو دل سے لگا لیتے ہیں اور کسی پر اظہار نہیں کرتے وہ اندر ہی اندر گھلنے لگتے ہیں اور اس طرح اپنی اچھی بھلی زندگی کو ایک روگ لگا لیتے ہیں۔ جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن غم بیان کرنے کے لئے اور دُکھڑا سُنانے کے لئے آپ کے سامنے کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے جو آپ کے غم کو سُنے اور آپ کو تسلّی دے۔ آپ کے دل کی کیفیت کی گہرائیوں میں پہنچے اور آپ کا ساتھی بنے۔

اگر ہمارے ساتھ یہ بات ہے تو یقیناً دوسروں کے ساتھ بھی یہی بات ہوگی۔ خدا جانے کتنے لوگ اپنا غم چھپائے پھرتے ہیں۔ کتنے لوگ اپنی حالت کسی کو بتانے کے لئے بیقرار ہیں لیکن انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو غم کا شریک بنے اور کیفیتِ دل سُننے کے لئے تیار ہو۔ اس طرح ان کا غم بڑھتا رہتا ہے اور معاشرہ میں پہلے ایک اور پھر ایک سے زیادہ لوگ ایسے نظر آنے لگتے ہیں جن کے دل بجھے بجھے ہیں اور جو نہیں جانتے کہ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ لوگوں کے شریکِ غم ہو جائیں۔ اپنے مصروف وقت میں سے وقت نکال کر ان کی باتیں سُنیں اور ان کے درد بانٹیں۔ یہ صلاحیت ہر کہ دمہ میں تو نہیں ہوتی لیکن جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اسے صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ کہ دوسروں کے غم کو اپنا لیں۔ ان کے غم میں شریک ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری گفتار اور ہمارے کردار کی افادیت کا پہلو ہی یہ ہے کہ ہم دوسروں کے غم کو اپنا لیں۔ اس طرح ان کے دلوں کو ہلکا کریں۔ اور ان کے سروں سے بوجھ اتاریں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے اپنے ایک حالیہ خطبہ میں فرمایا ہے کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیّت بخشی ہے کہ لوگوں کے غموں کو اپنا لیں اور کہ یہ وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جس سے ایک داعی الی اللہ کی آواز میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے تو سمجھنا مشکل نہیں کہ اوروں کے غم اپنانے سے اپنے غم بھی دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت سب سے بڑا غم یہ ہے کہ انسانیت خدا تعالیٰ سے دُور جا رہی ہے۔ ہم دعوت الی اللہ کے ذریعہ دنیا بھر کے لوگوں کو خدا کی گود میں لا ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اگر دوسروں کے غم اپنانے سے داعی الی اللہ کی آواز میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے تو یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ اس سے ہمارا اپنا غم بھی دُور ہوتا ہے۔

پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اور پاک ہے عظمت والا
اس کو چھوڑ کے ہم کیوں ڈالیں اور کسی سے پالا
اس دنیا میں لانے سے بھی پہلے سب کچھ دے کر
لمحہ لمحہ پُشت پناہی کی اور دیکھا بھالا

ابوالاقبال

کام آ نہ سکے گی تگ و دَو شام و سحر کی
تُو نے نہ اگر میری طرف اپنی نظر کی

درماندہ مسافر ہے وساوس کے سفر کا
منزل ہے بہت دُور دُعاؤں کے اثر کی

دیوار کے تم دونوں طرف دیکھ رہے ہو
مجھ کو تو خبر ہے نہ اِدھر کی نہ اُدھر کی

ہر گام مرے کام پہ رکھتے ہو نظر تم
بُنیاد ہے کیا؟ بے ہُنری میرے ہُنر کی

ماحول میں ہے شدّتِ جذبات کا شِکوہ
شائد یہ تپش ہے مرے اُشکوں کے شرر کی

پَت جھڑ میں شجر پر نہیں پتّوں کا گزارہ
جھڑ جائے ہر اک پتّہ یہ خواہش ہے شجر کی

مَیں مالکِ میراثِ سخن بن نہ سکوں گا
داد آپ کو ملتی ہے، ملے، میرے ہُنر کی

جو سامنے آنے سے گریزاں تھے ہمہ وقت
مرہُون مری زِیست ہے اب انکی نظر کی

مجھ کو جو نسیم اپنے کئے پر ہے ندامت
تمہید ہے شائد یہ دُعاؤں کے اثر کی

نسیم سیفی

خالق کو راضی کرو پھر سب راضی ہیں

سیدنا حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) فرماتے ہیں:۔
"مخلوق کو خوش کرنے کے درپے ہونے سے کیا بن سکتا ہے۔ خالق کو راضی کرو پھر سب راضی ہی راضی ہیں۔ دعائیں کرتے رہو کہ بڑی بڑی خفیہ راہوں سے شرک آتا ہے۔ سب سے بڑا شرک تو اسی زمانے میں دُنیا پرستی کا تھا جسے امام نے یہ عہد لے کر توڑا۔ مَیں دین کو دُنیا پر مقدم کروں گا۔ اب اس عہد کو نباہو۔" (خطباتِ جمعہ جلد اوّل صہ ۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مرزا بشیر احمد

مسئلہ تقدیر پر چند سوالوں کے جواب

کچھ عرصہ ہوا میرا ایک مضمون مسئلہ تقدیر کے متعلق الفضل میں شائع ہوا تھا اس پر ہمارے کالج کے ایک نوجوان نے مجھے کچھ سوالات لکھ کر بھیجے ہیں اور خواہش ظاہر کی ہے کہ ان سوالوں کا جواب دے کر ان کی راہنمائی کی جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض دوسرے ہم جماعت دوستوں سے بھی ان سوالوں کا جواب دریافت کیا مگر وہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکے بلکہ میری طرح وہ بھی ان سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے آرزومند ہیں۔

سو سب سے پہلے تو میں اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں کو اس قسم کے علمی مسائل کے متعلق دلچسپی ہے جو قومی زندگی اور قومی ترقی کی ایک خوشکن علامت ہے مگر دوسری طرف مجھے افسوس بھی ہے کہ اس عزیز نے ان سوالوں کے متعلق خود اپنے دماغ پر زور دے کر جواب معلوم کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ یقیناً یہ سوال ایسے نہیں ہیں کہ احمدی نوجوانوں کی علمی استعداد سے بالا سمجھے جائیں البتہ ان میں کچھ لفظی ہیر پھیر کی پیچیدگی ضرور ہے جسے سمجھنے کے لئے دماغ پر کسی قدر زور دینا پڑتا ہے لیکن اگر احمدی نوجوان اپنے دماغوں پر زور دینا نہیں سیکھیں گے تو اور کون سیکھے گا؟ مگر بہرحال جواب سمجھ نہ آنے پر دوسرے سے پوچھ لینا اس بات سے بہت بہتر ہے کہ دل میں ایک کھٹک پیدا ہو اور انسان نہ تو اسے خود نکالے اور نہ اسے نکالنے کے لئے کسی دوسرے کی مدد حاصل کرے۔ کیونکہ اس طرح دل میں زنگ لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ دل کا زنگ ہر دوسری مرض سے بدتر ہے۔ اس کے بعد میں اس عزیز کے سوالوں کا جواب لکھتا ہوں اور اس جواب کو میں دانستہ مختصر صورت میں لکھوں گا۔ کیونکہ کالج کے سمجھدار طالب علموں کے لئے اشارہ کافی ہونا چاہیئے

پہلا سوال: اس عزیز کا یہ ہے کہ اگر جیسا کہ میں نے اپنے مضمون میں لکھا ہے یہ نظریہ قبول کیا جائے کہ جو بیمار غلط علاج سے فوت ہو گیا وہ صحیح علاج سے بچ بھی سکتا تھا تو اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر انسان کی موت کا کوئی وقت مقرر نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر انسان کو اس کی بیماریوں میں صحیح اور بروقت علاج میسر آتا جائے تو اس نظریہ کے ماتحت وہ یقیناً بہت لمبی بلکہ نہ ختم ہونے والی عمر پا سکے گا۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ اس طرح تو انسان کی زندگی اس کے اپنے اختیار میں سمجھی جائے گی نہ کہ خدا کے اختیار میں؟ اس سوال کا (جسے میں نے اپنے الفاظ میں ڈھال دیا ہے) پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر ایک بیمار صحیح علاج سے صحت پا جاتا ہے تو کیا یہ قانون بھی (یعنی ایسے بیمار کا صحت پا جانا) خدا کا بنایا ہوا قانون نہیں؟ تو جب ایک بیمار کا صحیح علاج سے صحت پا جانا بھی خدا ہی کے قانون کے ماتحت ہے تو بہرحال انسان کی زندگی اور موت کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہی ہوا نہ کہ خود انسان کے اپنے ہاتھ میں۔ ظاہر ہے کہ اس دنیا پر خدا کی حکومت اس کے اس قانونِ قدرِ خیر و شر کے ذریعہ سے ہی ہے جو اس نے خود بنایا۔ اور خود رائج کیا ہے پس اگر کوئی شخص غلط علاج سے مرتا ہے تو خواہ یہ غلطی خود اس کی اپنی ہی ہو مگر بہرحال وہ مرتا خدا کے قانون کے ماتحت ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص صحیح علاج سے صحت پا جاتا ہے تو خواہ یہ صحیح علاج اس کی اپنی (یا دوسرے انسانوں کی) کوشش کا ہی نتیجہ ہو اس کا صحت پانا بھی لازماً خدا کے قانون کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ پس حکومت بہرحال خدا کی ہی رہی نہ کہ انسان کی۔

دوسرا جواب اس سوال کا یہ ہے جسے ہمارے نوجوان عزیز نے بالکل ہی نظرانداز کر دیا ہے کہ خدا کی تقدیر عام کے ماتحت انسان کی موت صرف بیماری یا حادثہ کے نتیجہ میں ہی نہیں آتی بلکہ طبعی طریق پر بھی آتی ہے۔ پہلی صورت کی مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک مشین کو کوئی حادثہ پہنچے اور اس حادثہ کی وجہ سے وہ ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائے اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ مشین کو کوئی حادثہ تو نہ پہنچے مگر لمبے استعمال کی وجہ سے اس کے پرزے گھس گھس کر طبعی رنگ میں اپنی عمر پوری کر کے ختم ہو جائیں۔ پس گو یہ بالکل درست ہے کہ ایک بیمار صحیح علاج سے بچ سکتا ہے مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایسے شخص کے لئے موت کا دوسرا رستہ جو طبعی طریق پر مقرر ہے وہ بھی بند ہو گیا ہے؟ اگر ایک انسان بیماری یا حادثہ والی موت سے نہیں مرے گا تو لازماً کچھ عرصہ کے بعد وہ اس طبعی رنگ میں مر جائے گا جو انسانی مشین کے گھس گھساؤ (WEAR & TEAR) سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دونوں قانون ہمارے خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ پس کسی صورت میں بھی اعتراض کی گنجائش نہیں سمجھی جا سکتی۔ عزیز موصوف کو غالباً دھوکہ یہ لگا ہے کہ وہ انسانی موت کو صرف بیماری یا حادثہ کا نتیجہ خیال کرتے ہیں حالانکہ موت کے لئے خدا کے قانونِ قدرت نے دو جداگانہ رستے مقرر کر رکھے ہیں۔ یعنی ایک تو موت بیماری اور حادثہ کے نتیجہ میں آتی ہے جس کے معنے انسانی مشینری کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے ہیں اور دوسرے وہ طبعی عمر پوری ہو جانے کے نتیجہ میں آتی ہے جس کے معنے انسانی مشین کے گھس گھس کر ختم ہو جانے کے ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں کہ "خدا کے قانون میں ہر بیماری کا علاج موجود ہے مگر جب (انسانی مشین کے گھسنے کے نتیجہ میں) موت کا وقت آجائے تو پھر وہ نہیں ٹلتا۔"

اس لطیف حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے دونوں پہلو نمایاں کر کے بیان فرما دیئے ہیں یعنی (۱) اگر صرف بیماری کا سوال ہے تو وہ صحیح علاج سے ٹل سکتی ہے کیونکہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا خدا کے قانون میں علاج موجود نہ ہو لیکن (۲) اگر موت کا ہی وقت آپہنچا ہے تو پھر یہ خدا کی اٹل تقدیر ہے جس کے لئے ہر انسان کو تیار رہنا چاہیئے۔

اسی سوال کے ضمن میں عزیز موصوف کا دوسرا استفسار یہ ہے کہ جو شخص صحیح علاج کے میسر آتے رہنے کے نتیجے میں بیماریوں وغیرہ کی موت سے بچ جاتا ہے اور پھر آخر اپنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کر فوت ہوتا ہے تو کیا ایسے شخص کی موت خدا کی تقدیر عام کے ماتحت سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر وہ تقدیر عام کے ماتحت سمجھی جائے گی تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں گویا تقدیر عام بھی اٹل ہو گئی اور معلق نہ رہی (یہ الفاظ میرے ہیں جن میں میں نے عزیز موصوف کے سوال کو زیادہ معین اور زیادہ مضبوط صورت دے کر بیان کیا ہے) اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک مطلق موت کا سوال ہے وہ ہر انسان کے لئے ایک تقدیر مبرم ہے جو کسی صورت میں ٹل نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے (—)

"یعنی ہر انسان کے لئے موت کے رستے سے گذرنا مقدر ہو چکا ہے۔"

لیکن جہاں تک موت کے وقت کا سوال ہے وہ طبعی موت کی صورت میں بھی ایک تقدیر معلق ہے جو آگے پیچھے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے اور میڈیکل سائنس اس کی تصدیق کرتی ہے قانون قدرت کے گوناگوں اشارات کے ماتحت مختلف انسانوں کی جسمانی مشینری مختلف طاقتوں کی ہوتی ہے۔ یعنی کوئی انسان زیادہ مضبوط قویٰ کا مالک ہوتا ہے۔ اور کوئی نسبتاً کم مضبوط قویٰ رکھتا ہے اور اس کے نتیجہ میں لازماً انسانی مشینری کے گھس گھس کر ختم ہونے کے زمانہ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ پس طبعی موت کی صورت میں بھی ہر انسان کی زندگی کا زمانہ اور ہر انسان کی موت کا وقت مختلف سمجھا جائے گا۔ اور مناسب احتیاط کے نتیجہ میں اس میں خفیف تبدیلی ممکن ہو گی مگر بہرحال جلد یا بدیر انسانی جسم کی فانی مشینری کسی نہ کسی دن گھس گھس کر ضرور ختم ہو جائے گی۔

اسی تعلق میں عزیز موصوف کا تیسرا استفسار یہ ہے کہ جب ایک انجام عملاً ظاہر ہو جائے یعنی مرنے والا بیمار مر جائے تو کیا پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صحیح علاج ہوتا تو بیمار بچ جاتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہاں پھر بھی ایسا کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب مثلاً ایک شخص ملیریا کی بیماری سے اس لئے مرتا ہے کہ اسے وقت پر کونین میسر نہیں آئی تو ہم اس بات کے کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر اسے کونین (جو ہمارے خدا کی ہی بنائی ہوئی ایک مادی تدبیر ہے) میسر آجاتی تو وہ بچ جاتا کیونکہ بہرحال ان ہر دو صورتوں میں ہم خدا کی تقدیر کے اندر ہی رہتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اگر ہم ایسا نہ سمجھیں تو دنیا کی ساری علمی ترقی ختم ہو جاتی اور انسان کامل جبری نظریہ پر قائم ہو کر ایک منجمد پتھر کی صورت اختیار کر لیتا ہے جسے اپنی حفاظت اور اپنی ترقی کا کوئی اختیار حاصل نہیں رہتا۔ آخر یہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہسپتالوں کا سلسلہ کیوں قائم ہے؟ کیا اس لئے نہیں کہ بیماروں کو خدا کی تقدیر شر سے بچا کر اس کی تقدیر خیر کی طرف کھینچا جائے؟

دوسرا سوال۔ عزیز موصوف کا یہ ہے کہ اگر جیسا کہ میں نے اپنے مضمون میں لکھا ہے۔ "خدا کا علم انجام پیدا نہیں کرتا بلکہ انجام کی وجہ سے علم پیدا ہوتا ہے۔" تو اس سے لازم آتا ہے کہ (اللہ پناہ دے) خدا عالم الغیب نہیں کیونکہ انجام کے بعد تو علم ہر شخص کو ہو جاتا ہے اور خدا کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ

مجھے عزیز موصوف کے اس سوال پر تعجب بھی ہوا۔ اور افسوس بھی۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ انجام کے بعد خدا تعالیٰ کا علم پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ انجام کی وجہ سے خدا کا علم پیدا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور میں حیران ہوں کہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان

باقی ص۴ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

کرشمۂ قدرت اور غیبی ضیافت

برادرِ عزیز میاں غلام حیدر صاحب اور میں ایک دفعہ لاہور اپنے بعض رشتہ داروں سے ملنے کے لئے گئے۔ چند دنوں کے قیام کے بعد جب ہم نے گاؤں آنے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے ازراہ محبت یہ اصرار کیا کہ آپ ایک مہینہ اور ٹھہریں۔ مگر ہم دونوں کی طبیعت کچھ ایسی اُچاٹ ہوئی کہ ہم نے مزید ٹھہرنا گوارا نہ کیا اور ان سے اپنا سامان اور دی ہوئی نقدی واپس مانگی انہوں نے اس خیال سے کہ اگر ہم انہیں سامان اور نقدی نہ دیں گے تو شاید یہ گاؤں جانے سے رُک جائیں ہمارا سامان ہمیں دینے سے انکار کر دیا۔ اور نقدی بھی نہ دی۔ لیکن ہم نے صبح کا ناشتہ کرتے ہی گاؤں لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور لاہور سے پیدل چل پڑے۔ نو پیسے ہمارے پاس تھے۔ دریائے راوی کے پتن پر آئے تو کشتی میں دو پیسے چراغی کے دے کر دریا عبور کیا۔ چلتے چلاتے جب موضع کامونکے سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر پہنچے تو سورج غروب ہوگیا۔ ادھر میاں غلام حیدر صاحب کو سفر کی تکان اور سردی کی شدت سے بخار سا محسوس ہونے لگا۔ پاس ہی ایک سکھوں کا گاؤں مینس نام تھا۔ ہم نے چاہا کہ رات وہاں بسر کر لیں مگر کوئی صورت نہ بنی۔ آخر افتاں و خیزاں رات کے دس بجے موضع کامونکے پہنچے اور وہاں ایک ویران خانہ خدا میں قیام کے لئے ڈیرے ڈال دیئے۔ خانہ خدا کا ایک ہی کمرہ تھا۔ جس میں کچھ کسیر بچھی ہوئی تھی۔ اور اسکے ایک گوشہ میں ایک مسافر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے میاں صاحب موصوف کو وہاں لٹا دیا۔ اور اپنا کھیس اتار کر ان کے اوپر دے دیا اور خود باقی نقدی لے کر کھانا وغیرہ مہیا کرنے کیلئے بازار کیطرف چل پڑا۔ جب بازار پہنچا تو دیکھا کہ تمام دکانیں بند تھیں اور سارے گلی کوچے سنسان پڑے تھے۔ کوشش کے باوجود جب کوئی سبیل نہ بنی تو میں خانہ خدا میں واپس آگیا۔ دیکھا تو میاں غلام حیدر صاحب کا بخار بہت ہی تیز ہو چکا تھا۔ اب میں حیران ہوا کہ اس غریب الوطنی میں اگر خدانخواستہ میاں غلام حیدر کی حالت زیادہ خراب ہوگئی تو کیا ہوگا۔ یہ خیال کر کے میرا دل بھر آیا اور میں خدا کے حضور سجدہ میں گر گر کر خوب رویا اور بہت دعا کی۔ خدا کی قدرت ہے کہ دعا کے بعد جب میں ناک صاف کرنے کے لئے خانہ خدا کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اجنبی آدمی ایک ہاتھ میں گرم گرم روٹیوں اور حلوے کا ایک طشت اٹھائے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں گوشت کے گرم گرم سالن کا پیالہ اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رات کے دو بجے کے قریب یہ شخص کھانا اٹھائے ہوئے یہاں کیسے کھڑا ہے خیر میں نے پوچھا کہ آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ میں آپ ہی سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے ہاتھ سے کھانے کے برتن لے لیں۔ میں نے پوچھا کہ کھانا کھانے کے بعد ان برتنوں کو کہاں رکھوں کہنے لگا وہیں رکھ دینا۔ میں نے خانۂ خدا کے اندر آ کر جب اس کھانے میں سے کچھ میاں غلام حیدر کو کھلایا تو ان کی طبیعت سنبھل گئی اس کے بعد وہ کھانا میں نے بھی سیر ہو کر کھایا۔ مگر پھر بھی ایک آدمی کا کھانا بچ گیا۔ وہ مسافر جو ہمارے ساتھ خانہ خدا میں لیٹا ہوا تھا اس نے کہا میں نے بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ چنانچہ وہ کھانا اسے دے دیا گیا۔ اور اس نے بھی پیٹ بھر لیا تو اس کے بعد ہم نے برتنوں کو وہیں ایک طرف رکھ دیا اور خود اس کمرہ کی کنڈی چڑھا کر سو گئے۔ صبح دیکھا تو اس کمرہ کی زنجیر اسی طرح لگی ہوئی تھی اور وہ مسافر پڑا خراٹے لے رہا تھا مگر وہ برتن غائب تھے۔ سچ ہے جو خدائے ذوالجلال نے حضرت بانئ سلسلہ کو فرمایا "اگر تمام لوگ منہ پھیر لیں تو میں زمین کے نیچے سے یا آسمان کے اوپر سے مدد کر سکتا ہوں"۔

؎ کارساز ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

(حیاتِ قدسی)

بقیہ: صـ۳ سے آگے

اس واضح فرق کو نہیں سمجھ سکا۔ میرا مطلب بالکل صاف تھا کہ خدا چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے اسے لازماً یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز کا انجام اس اس طرح ہوگا لیکن جیسا کہ میں نے اصل مضمون میں جاپان کے زلزلہ کی مثال دے کر وضاحت کی تھی خدا کا یہ علم انجام کا باعث نہیں بنتا بلکہ ہونے والا انجام خدا کے علم کا باعث بنتا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کسی چیز کا انجام کسی خاص رنگ میں اس لئے رونما نہیں ہوتا کہ خدا کو اس کا علم ہے بلکہ خدا کو علم اس لئے ہوتا ہے کہ اس چیز کا انجام کسی خاص رنگ میں ظاہر ہونے والا ہوتا ہے اور جب یہ فرق ظاہر و عیاں ہے تو اس پر یہ سوال اٹھانا کہ انجام کے بعد تو انسان کو بھی علم ہو جاتا ہے ایک بالکل لاتعلق سی بات ہے جس کا امر زیر بحث سے کوئی دور کا بھی رشتہ نہیں کیونکہ میں نے انجام سے پہلے کے علم کا ذکر کیا تھا نہ کہ انجام کے بعد والے علم کا۔ بہتر ہوگا کہ عزیز موصوف میرے اصل مضمون کے اس حصے کو ایک نظر دوبارہ دیکھ لیں تاکہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

تیسرا سوال عزیز موصوف کا یہ ہے کہ جب قانون قضا و قدر اور قانون شریعت دو علیحدہ علیحدہ قانون ہیں جو ایک دوسرے میں دخل انداز نہیں ہوتے کیونکہ وہ دو ایسی صوبائی حکومتوں کی طرح ہیں جن میں گویا خدا کی مرکزی حکومت کے ماتحت پراونشل آٹانومی حاصل ہے تو پھر دنیا کے کاموں میں خدا سے دعا مانگنے اور دینی رنگ میں صدقہ و خیرات کرنے کا کیا فائدہ ہے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے قضا و قدر کے میدان میں ہونا تو بہرحال وہی ہے، جو قانون قدرت کے ماتحت مقدر ہے اور شریعت کے قانون کی نیکی اس میں اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ عزیز موصوف کا یہ سوال حقیقتاً دلچسپ سوال ہے اور مجھے اس سوال سے اتنی ہی خوشی ہوئی جتنا کہ اوپر کے سوال سے افسوس ہوا تھا۔ گو یہ اعتراض غلط ہے مگر بہرحال عزیز موصوف کا خیال ایک باریک بات کی طرف گیا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اپنے مضمون میں اس پہلو کو زیادہ واضح کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس کے بغیر نوجوانوں کے دلوں میں ایک ایسا وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے جو بعید نہیں بعض عام خیال لوگوں کی دینداری کے جذبہ کیلئے بالآخر مہلک ثابت ہو۔ لیکن اس سوال کے متعلق بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ اگر عزیز موصوف زیادہ غور کی نظر سے دیکھتے تو صوبائی اور مرکزی حکومت کی مثال میں ہی اس سوال کا اصولی جواب موجود تھا۔

بے شک میں نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ قانون شریعت اور قضاء قدر (سوائے استثنائی صورت کے) ایک دوسرے سے آزاد ہیں اور دونوں کو پراونشل آٹانومی حاصل ہے لیکن ساتھ ہی میں نے اس کی مثال ایسی دو صوبائی حکومتوں سے دی ہے جو ایک مرکزی حکومت کے تحت ہیں اور گو یہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتیں مگر یہ دونوں ایک مرکزی حکومت کی تابع ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو مرکزی حکومت کی مثال ہی ذہن کو اس بات کی طرف منتقل کرنے کیلئے کافی تھی کہ گو یہ صوبائی حکومتیں ایک دوسرے کے مقابل پر آزاد ہیں۔ مگر بہرحال وہ مرکزی حکومت کے ماتحت ضرور ہیں۔ پس جب انسان خدا سے دعا مانگتا ہے تو وہ گویا دوسرے الفاظ میں خدا کی مرکزی حکومت سے اپیل کرتا ہے اور خدا کی مرکزی حکومت بہرحال ایک بالا حکومت ہے جسے صوبوں کی باہمی آزادی اور ان کے ایک دوسرے کے مقابل پر دخل نہ دے سکنے کے باوجود حسب ضرورت صوبوں کے کام میں دخل دینے کا حق حاصل ہے۔ پس دعا بالکل اور چیز ہے اور شریعت کے میدان کی عام نیکی بالکل اور چیز ہے۔ شریعت کے قانون کی نیکی بے شک قانون قدرت کے حادثات سے بچا نہیں سکتی کیونکہ جس طرح شریعت کا میدان خدائی حکومت کا ایک مستقل صوبہ ہے اسی طرح قضا و قدر کا میدان بھی خدائی حکومت کا ایک دوسرا مستقل صوبہ ہے اور وہ ایک دوسرے سے آزاد بھی ہیں مگر دعا کو ایک بالکل جداگانہ حیثیت حاصل ہے کیونکہ دعا عمل کی نیکی کا نام نہیں بلکہ خدا کی مرکزی حکومت سے اپیل کرنے کا نام ہے اور خدا کی مرکزی حکومت کو بہرحال اپنے ماتحت صوبوں میں ان کی عام "آٹانومی" کے باوجود دخل دینے کا اختیار ہے بلکہ اگر خدا جیسی ہستی کے لئے ایسا اختیار تسلیم نہ کیا جائے تو وہ حقیقتاً خدا ہی نہیں رہتا۔ لہٰذا دعا کو جو خدا کے حضور اپیل کا رنگ رکھتی ہے شریعت کی عام نیکی (یعنی نماز روزہ وغیرہ) پر قیاس کرنا ہرگز درست نہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

"یعنی قضاء و قدر کے حادثات کو دعا کے سوا کوئی اور بات نہیں بدل سکتی"۔

ان نہایت درجہ حکیمانہ الفاظ میں یہی اشارہ کیا گیا ہے کہ گو شریعت کی عام نیکی قضاء و قدر کے حادثات کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے آزاد اور جداگانہ میدانوں سے تعلق رکھتی ہیں مگر دعا کو یہ طاقت ضرور حاصل ہے کہ وہ قضاء و قدر کے حادثات کو بدل دے کیونکہ دعا خدا کی مرکزی حکومت سے اپیل کرنے کا نام ہے اور خدا کو بہرحال اپیل سننے کا اختیار حاصل ہے اور خدا نے دعا کا قانون اس لئے جاری فرمایا ہے کہ تا دنیا میں اس کے مالکانہ تصرف کی شان قائم رہے اور تا نیک فطرت لوگوں کے لئے اس کے ذاتی تعلق کی طرف ایک دائمی کشش کا سامان مہیا کیا جائے۔ اسی طرح مصیبت کے وقت صدقہ خیرات کرنا بھی دراصل دعا ہی کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ صدقہ کے ذریعہ انسان گویا بزبانِ حال خدا سے اپیل کرتا ہے کہ اے میرے آقا! جس طرح میں تجھے راضی کرنے کے لئے تیرے مصیبت زدہ بندوں کی تکلیف کو دور کرتا ہوں اسی طرح تو بھی میری تکلیف اور میرے دکھ کو دور فرما۔ اور مجھے اس مصیبت سے نجات بخش۔ پس یہ خیال کرنا کہ چونکہ شریعت کے میدان کی

باقی صـ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــــ نون، سین

پاک ترکی مشترکہ کمپنی

ترکی اور پاکستان نے ایک انجینئرنگ مشاورتی کمپنی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے اور اس کمپنی میں ایران کو بھی شامل کیا جانا مقصود ہے اس طرح تینوں ممالک ایک دوسرے کی اقتصادی ترقی میں مدد کریں گے۔ جس کا زیادہ تر تعلق انجینئرنگ کی سکیموں سے ہوگا۔ سرکاری ذرائع نے اخبارات کو بتایا ہے کہ ایران نے ایرانی صنعتی مشیر کو اس کمپنی کا ممبر بنائے جانے کا اعلان کیا ہے۔ فی الحال تو اس کمپنی کو ترک پاک کہا جاتا ہے اور یہ ۱۹۸۴ء میں قائم کی گئی تھی۔ لیکن جب ایران اس میں شامل ہو جائے گا۔ تو اس کا نام تبدیل کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کمپنی سے بہت زیادہ امیدیں وابستہ کی گئی تھیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ کمپنی کوئی زیادہ مفید کام نہیں کر سکی۔ کیونکہ دونوں حکومتوں نے توقع کے مطابق اس میں دلچسپی نہیں لی اب اگر یہ بات درست ہے تو سرکاری حلقے ہی وضاحت کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا کیوں ہوا۔ یہ افواہیں بھی سنی جا رہی تھیں۔ کہ اس کمپنی کو ختم کیا جا رہا ہے۔ لیکن ختم اس لئے نہیں کیا گیا کہ تجزیہ نگاروں کے خیال میں اس کے خاتمے سے دونوں ممالک میں کئی سیاسی الجھنیں پیدا ہو سکتی تھیں۔ اس کمپنی کا سرمایہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ تھا۔ لیکن اب اس کا تجزیہ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس سرمائے کا چالیس فی صد ضائع ہو چکا ہے۔ جہاں تک اس کے سالانہ اخراجات کا تعلق ہے بتایا گیا ہے کہ یہ اخراجات چالیس لاکھ روپے تو شروع سالوں میں تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ ان اخراجات کو کم کر کے نصف تک لایا گیا اگر یہ کمپنی توقع کے مطابق کام کر سکتی تو یقیناً دونوں ممالک کو اس سے خاصا فائدہ ہو سکتا تھا۔

کینیڈا میں زبانوں کا مسئلہ

کینیڈا اپنے قیام کی ۱۲۵ ویں سالگرہ منا رہا ہے۔ ایسی سالگرہیں عام طور پر سارے ملک میں ہر شخص کی خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ کینیڈا کے لوگوں کا آپس میں زبان کا اختلاف زیادہ گہرا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس تقریب کے منانے کے لئے ان علاقوں میں جہاں انگریزی بولی جاتی ہے انگریزی زبان میں پمفلٹ شائع کر کے ۹ بڑے بڑے صوبوں کو بھیجے گئے۔ اور فرانسیسی زبان میں بھی پمفلٹ چھاپ کر فرانسیسی بولنے والے بڑے بڑے صوبوں کو بھیجے گئے۔ لیکن بعض لوگوں کو رنج ہوا کہ انہیں اپنی زبان میں پمفلٹ نہیں مل سکے۔ مثلاً جن صوبوں میں انگریزی زبان میں پمفلٹ بھیجے گئے۔ وہاں بھی کچھ لوگ فرانسیسی بولنے والے موجود ہیں اور جن علاقوں میں فرانسیسی زبان میں پمفلٹ بھیجے گئے۔ وہاں انگریزی زبان بولنے والے بھی موجود ہیں۔ اور ان لوگوں کو اپنی اپنی زبان میں پمفلٹ نہ مل سکے۔ اب حکومت کو ان لوگوں کے اضطراب کے پیش نظر یہ بات سمجھ آئی کہ پمفلٹ ایک ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اور اس پر پیغام دو زبانوں میں لکھا ہوتا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس طرح کاغذ کا ضیاع ضرور ہوتا۔ لیکن لوگوں کو اس بات کی تسلی ہوتی کہ انگریزی بولنے والے کو اس پمفلٹ میں انگریزی زبان میں پیغام مل جاتا اور فرانسیسی بولنے والے کو اسی پمفلٹ میں فرانسیسی زبان میں پیغام مل جاتا اور یہ پمفلٹ بلا تخصیص تقسیم کئے جا سکتے تھے۔ یعنی یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور یہاں کے لوگ کیا زبان بولتے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص یا انگریزی بولتا ہے۔ یا فرانسیسی اور اگر ایک ہی پمفلٹ میں دونوں زبانیں موجود ہوتیں تو کسی شخص کو یہ شکوہ نہ ہوتا کہ اسے اس کی اپنی زبان میں ان تقریبات کا پیغام اور دعوت نہیں دی گئی۔

جنوبی افریقہ

یونیسکو کے ہیڈ کوارٹرز میں جنوبی افریقہ کے صدر ایف۔ ڈبلیو۔ ڈے۔ کلارک اور افریقن نیشنل کانگریس کے لیڈر مسٹر نیلسن منڈیلا نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر تصویر کھنچوائی اور یونیسکو کا امن انعام حاصل کیا یہ انعام دونوں کو دیا گیا ہے۔ صدر جنوبی افریقہ ڈے کلارک نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ جنوبی افریقہ سرد مہری کی فضا سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے کہا کہ یونیسکو کی طرف سے اس انعام کا ملنا بتاتا ہے کہ یونیسکو اب پوری طرح سمجھتا ہے کہ جنوبی افریقہ صحیح خطوط پر چل رہا ہے۔ ڈے کلارک اور منڈیلا دونوں گفت و شنید میں مصروف رہتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ ایک غیر نسلی دستور تیار کیا جائے جس کے مطابق جنوبی افریقہ کی نئی حکومت قائم ہو۔ ان دونوں کو انعام کی رقم ۴۷ ہزار ڈالر ملی۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ اس انعام کا نام صدر آئیوری کوسٹ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ ان کا نام ہے فیلی (FELLY) ایک پریس کانفرنس کے موقعہ پر صدر ڈے کلارک اور مسٹر منڈیلا نے خطاب کیا۔ منڈیلا نے کہا کہ اس بات کا امکان ہے کہ چھ ماہ کے اندر ایک کثیر الجماعتی حکومت کا قیام کیا جا سکے۔

زیمبیا میں جمہوریت

زیمبیا کی آزادی کے بعد کینتھ کاونڈا اس کے صدر بنے اور ایک لمبے عرصے تک یوں محسوس ہوا کہ زیمبیا کے نہایت محبوب صدر ہیں۔ افریقہ میں اور بین المملکتی سیاست میں بھی ان کی خوب خوب پذیرائی ہوئی لیکن آج سے تقریباً تین ماہ قبل جب زیمبیا میں انتخابات ہوئے تو وہ بری طرح ہار گئے۔ لیکن نہایت حوصلہ مندانہ طریق پر اپنی شکست کا اعتراف کیا اور ان کی جگہ فریڈرک فیوبا ملک کے صدر بن گئے۔ ایک لمبے عرصے کی ڈکٹیٹر شپ کے بعد اب جب کہ جمہوریت کا دور دورہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ زیمبیا کے لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہ اسے اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں کہ حکومت کی ہر پالیسی پر اور اس کے ہر فعل پر بھرپور تبصرہ کیا جائے چنانچہ فریڈرک فیوبا کی صرف تین ماہ کی حکومت پر بھی خوب خوب تبصرے ہو رہے ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لمبی ڈکٹیٹر شپ کے بعد ملک کو معمول کے حالات پر لانے کے لئے وقت لگتا ہے۔ زیمبیا میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ بیورو کریسی میں تبدیلیاں اتنی آہستہ آہستہ لائی جا رہی ہیں کہ دفاتر کے کارکن اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں تساہل سے کام لے رہے ہیں بعض تقرریوں پر اعتراض کئے گئے ہیں۔ مسٹر فیوبا نے اپنے ایک رشتہ دار کو ایک عہدہ دیا اور غلغلہ برپا ہو گیا انہوں نے کہا کہ اس شخص کا میرا رشتہ دار ہونا اس کا کوئی گناہ تو نہیں ہے اگر وہ اس قابل ہے کہ اسے اس عہدہ پر متعین کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں ایسا نہ کروں اور وہ امریکہ کے سابق صدر جان کینیڈی کا حوالہ بھی دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنے بھائی رابرٹ کینیڈی کو وفاقی اٹارنی مقرر کیا تھا۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ اس عہدے کے لئے نہایت موزوں تھے۔ اسی طرح بعض جگہوں پر تعیناتی نہ کی جانے کی وجہ سے اعتراضات ہو رہے ہیں مثلاً سیکرٹری کے ایک اہم عہدے کی تعیناتی میں تاخیر ہو رہی ہے اور کام رک رہے ہیں اس بات پر بھی خاصی لے دے ہو رہی ہے ہونا تو یہ چاہیئے کہ نئی حکومت کو خاص طور پر ایک ایسی نئی حکومت کو جس نے سالہا سال کی ڈکٹیٹر شپ کے بعد جمہوریت کا بیڑا اٹھایا ہے کچھ وقت دیا جائے لیکن آزادی اور جمہوریت کی رو ریلے کی طرح لوگوں کو آگے کی طرف دھکیلتی ہوئی معلوم دیتی ہے۔

سائنسی ٹیکنالوجی

لاہور میں گیریژن بوائز ہائی سکول کے یوم والدین کے موقعہ پر مہمان خصوصی کی حیثیت سے کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل محمد اصغر نے کہا کہ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر زور دیا جائے فی زمانہ کوئی قوم باعزت طور پر نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ترقی کر سکتی ہے سوائے اس کے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف پوری توجہ دیتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف رہے۔ آپ نے کہا کہ تعلیم کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ لوگوں کو بہترین شہری بنایا جائے۔ اور ایسا کرنا صرف اس صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ طالب علم خوب دل لگا کر اپنی تعلیم حاصل کریں۔ ہر طالب علم کی سب سے پہلی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ علم کی تلاش کرے اور ایسا کرنے کے لئے ایسے یقیناً مشکلات میں سے گذرنا پڑے گا۔ اور پوری توجہ دینی پڑے گی۔ آپ نے طلباء کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ محنت کر کے اپنے ہدف کو حاصل کریں۔ آپ نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ہمارے آج کے بچے کل کے رہنما ہیں اور اسی لئے ان کی تربیت اسی رنگ میں ہونی چاہیئے کہ گویا انہوں نے کل قوم کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھ میں لینا

باقی ص ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

مکرمہ میمونہ صاحبہ

مکرمہ لبشریٰ البشیر صاحبہ ربوہ سے لکھتی ہیں:۔

اُمید ہے کہ آپ ہر طرح خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کی ناقابل فراموش خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے اور ایک طویل عرصہ تک صحت و تندرستی کے ساتھ "الفضل" کو آپ کی ادارت سے فیضیاب ہونے کی مہلت ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نظم اور نثر تعریف و توصیف سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیش از بیش خوبصورت اور حسین نگارشات تخلیق کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تاکہ ہمارا پیارا الفضل صوتی نغمگی اور دلفریب نثری حُسن سے مزین رہے۔

مدت سے میرے سر پر اپنے چھوٹے بھائی اور سب سے چھوٹی بہن کا قرض تھا۔ جسے اتارنے کی دل میں نہ تو سکت تھی اور نہ ہی قلم میں سلیقہ! اب آخر کار ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ان کے بارے میں مختصر نوٹ لکھ رہی ہوں محض اسلئے کہ دونوں کے لئے دعا کی تحریک ہو جائے جو قارئین پڑھنے کے بعد دعائے خیر ضرور کریں گے اللہ تعالیٰ اُنہیں بہترین جزاء سے نوازے۔

میمونہ میری بہن

میں درد کی راہوں سے گذرتی ہی رہونگی
کچھ آنسو تیری نذر بھی کرتی ہی رہوں گی
وہ دل کا لہو چل کے جو آتا ہے پلک تک
جاتا ہے کہاں دیدۂ نمناک سے آگے

۱۸ جنوری کو سترہ برس قبل پیاری میمونہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اُسکی بیماری کے آخری کربناک ایام آج بھی جب یاد آتے ہیں تو دل سے قطرہ قطرہ خون ٹپکنے لگتا ہے۔ صرف اٹھائیس ۲۸ برس کی عمر میں وہ اپنے تین معصوم بچوں کو چھوڑ کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئی۔ اپنی زندگی کے آخری ہفتہ میں شدید بیماری کے باوجود اُس نے ہر لمحہ ذکرِ خدا میں گذارا اور پاس بیٹھنے والوں سے صرف ایک ہی فرمائش کی کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ یا فلاں فلاں سورۃ سناؤ!

وہ ہمارے اباجی کی وفات کے قریباً ۴ ماہ بعد پیدا ہوئی تھی۔ اپنی پیاری صورت اور پاکیزہ سیرت کے باعث سب گھر والوں کی آنکھوں کا تارا تھی۔ اپنے سے بڑے بھائی عبدالمنان کیساتھ بچپن کا زیادہ تر وقت گذارا اور قریباً سترہ برس کا طویل عرصہ دونوں میں ذہنی و قلبی گہری وابستگی کا باعث بن گیا۔ وہ جو زندگی کی شاہراہ پر قدم سے قدم ملا کر چلنے کے عادی تھے۔ موت کی وادی میں بھی جلد ہی اُسکے بعد اُتر گئی۔ وہ جو پہلے ہی بیماری کے باعث وقفِ بستر تھی اپنے بھائی کی وفات کی دلخراش خبر برداشت نہ کر سکی اور صرف ساڑھے تین ماہ کے مختصر عرصے میں اُس نے اپنے بھائی کو جالیا۔ وہ اگر زندہ رہنا چاہتی تھی تو صرف اپنے کمسن بچوں کی خاطر، لیکن لاعلاج بیماری کا مقابلہ وہ کیسے کرتی؟ اُس نے شدتِ تکلیف میں بھی کبھی صبر کا دامن نہ چھوڑا اور ہمیشہ ہر لمحہ اپنے رب کے حضور دستِ بدعا رہی۔ درد و کرب سے جب راتوں کو آنکھوں میں کاٹتی تو سارا وقت ذکرِ الٰہی اور عبادت کیطرف دھیان رہتا۔

اُسے مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سچی شیدائی تھی۔ مالی قربانیوں میں بڑی بشاشت اور چاہت سے حصّہ لیتی۔ وصیت کرنے کی توفیق بھی پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ قرآن مجید سے والہانہ محبت تھی۔ لہٰذا کثرت سے اسکی تلاوت کرتی۔ گھانا اور نائیجیریا کے قیام کے دوران وہاں کی لائبریریوں میں قرآن پاک کے کئی نسخے اور دینی کتابیں رکھوائیں شادی کے بعد اپنے سسرال والوں سے نہایت پیار محبت اور احترام کا سلوک مرتے دم تک جاری رکھا۔ اسکی وفات کے بعد اُسکی ساس اور سسر بڑے ہی پیار اور محبت کے ساتھ اُسکی خدمات اور احترام کا ذکر کرتے رہے۔ آج بھی باقی سسرالی رشتے دار اُسے بڑی عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو کوئی بھی اُسے صرف ایک مرتبہ ملا اُسکے اوصافِ حمیدہ سے متاثر ہوا۔

بنتے بھی ہیں مٹ جاتے بھی ہیں ذہن سے کچھ نقش
کچھ نقش، مٹائیں تو مٹانا نہیں ممکن۔

اُسکی بیٹی لبنیٰ شادی شدہ ہے اور لندن میں اپنے میاں کے ساتھ مقیم ہے محمد امجد انجینئر ہے اور آسٹریلیا میں ہے۔ محمد احمد بی کام کے آخری سال میں اسلام آباد میں ہے۔ قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ ان بچوں کے لئے سعادتِ دارین اور میری بہن میمونہ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

میرا پیارا بھائی عبدالمنان

سترہ برس کا طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن جدائی کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوا کبھی کبھار تو اسکی ٹیسیں بیقرار کر دیتی ہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غریب الوطنی میں اپنے بہن بھائیوں سے دور اپنی جوان سال بیوی اور دو کمسن بیٹیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ جائے لیکن انسان تقدیر کے ہاتھوں بے بس ہے۔ بیماری کے ساتھ بہت مقابلہ کیا لیکن آخر جان کی بازی ہار گیا۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی اور کوئی دعا تقدیرِ مبرم کو ٹال نہ سکی آج بھی مجھے اُسکی آخری ملاقات یاد ہے وہ وہ پیاری صورت آنکھوں میں سمائی ہے۔ اور دھیمے لہجے میں گفتگو کانوں میں رس گھول رہی ہے۔ ۴ برس کی عمر میں باپ کی شفقت سے محروم رہ جانے والا یہ لڑکا جب سنجیدہ ماحول میں پروان چڑھا تو بے حد صابر و شاکر۔ حلیم الطبع۔ کم گو۔ باغیرت اور باوقار نوجوان ثابت ہوا۔ بڑوں کا احترام اور سعادت مندی اُسکے نمایاں اوصاف تھے۔ اُس نے بڑی خاموشی اور سکون سے اپنی پڑھائی مکمل کی۔ چند برس کوئٹہ میں ملازمت کے بعد مکرم روشن دین تنویر (سابق ایڈیٹر الفضل) کی منجھلی صاحبزادی عزت سے شادی ہو گئی۔ بہت اچھی تنخواہ تھی تاہم اعلیٰ تعلیم کا شوق تھا لہٰذا نہایت خاموشی سے فارمیسی میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انگلستان جانے کا انتظام کر لیا۔ ابتداءً اپنی اہلیہ اور دو بیٹیوں کے ساتھ لندن میں قیام کی غرض سے بہت جدوجہد کرنا پڑی۔ جب گھر اور ملازمت کی طرف سے اطمینان ہوا تو دلِ ناتواں تھک چکا تھا۔ پہلا دورہ تو سہہ گیا لیکن چند سالوں کے اندر ہی یکے بعد دیگرے دو تین دوروں نے کام تمام کر دیا۔

قیامِ لندن کے چند سالوں میں اپنے رفقائے کار دوست احباب، افرادِ جماعت اور ہمسایوں پر اپنی نیکی، محبت اور اخلاص کا گہرا اثر چھوڑا۔ تحمّل۔ متانت اور شرافت کا یہ پیکر صرف ۳۴ سال کی عمر گذار کر رخصت ہوا۔ یہ تمام عرصہ پیہم تگ و دو کا تھا۔ جو اُس نے بڑی ہمت غیرت اور صبر و استقلال سے گذارا۔ اپنے بچوں کا دوست اور بیوی کا رفیق، چاہنے کے باوجود اُن کی زندگی کے سفر میں اُن کا ساتھ نہ دے سکا۔ ہائے بے بسی نے کسقدر خون کے آنسو رلائے ہوں گے۔

بفضل تعالیٰ اب میرے بھتیجے عزیزان سلمان اور عرفان اعلیٰ تعلیم کے بعد لندن میں اچھی ملازمتوں پر فائز ہیں۔ قارئین کرام ان کی دینی و دنیاوی کامرانیوں کے لئے دعا کریں نیز میری بھابھی عزت صاحبہ (جو دائم المریض ہیں) کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ میرے بھائی کو (جو پاک شکل اور پاک خو تھا) جنت کے اعلیٰ مقامات سے نوازتا رہے۔

طلیعہ نصراللہ بھٹی

مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ

انسان فانی ہے۔ اور جو کوئی اس دنیا میں آیا ہے۔ اسے ایک نہ ایک روز جانا بھی ہوتا ہے۔ وہ جانے والا خواہ ہنستا مسکراتا ہوا ہی رخصت ہو رہا ہو لیکن پیچھے رہ جانے والوں کو سوگوار کر جاتا ہے۔ یہ دکھ اور افسوس بھی تعلقات اور رشتہ کے حوالے سے زیادہ یا کم ہوتا ہے۔ اور جہاں تک پیار کی بات ہے۔ تو ماں سے بڑھ کر دنیاوی رشتوں میں اور کونسا رشتہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میری پیاری اماں جی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے سال سے اوپر عرصہ بیت چکا ہے۔ لیکن دل کو ابھی تک یقین نہیں آتا۔ پیاری اماں جی کو شوگر کا عارضہ لاحق ہوا۔ جس کا علاج سی۔ ایم۔ ایچ لاہور میں ہوتا رہا۔ لیکن ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے ۲۶ اگست ۱۹۹۰ء کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئیں۔

بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کی وفات کے بعد بھی ان کی نیکی خلوص اور پیار کی مٹھاس ان کے عزیز و اقارب اور ملنے والوں کے دلوں کو محسوس ہوتی رہتی ہے ایسے ہی افراد میں سے نہایت ہی پیاری میری اماں جی تھیں۔ ان کی شخصیت کے بارے میں جو بات ہمیشہ یاد رہے گی وہ ان کا بااصول اور وقت کا پابند ہونا تھا۔ وہ اپنی اولاد کو ہمیشہ جھوٹ۔ چوری منافقت سے منع کرتیں۔ کسی کے عیب کو کبھی ظاہر نہ کرتیں۔ بہت غریب پرور تھیں۔ اماں جی کی ذات میں رعب اور پیار کا حسین امتزاج تھا۔ صبر اور بلند حوصلہ تھا۔ وہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں چک ۸۸ کے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا جماعتی طور پر جو بھی تحریک ہوتی اس میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی اور فوراً ادائیگی کر دیتی تھیں۔ تہجد گذار پابند صوم و صلوٰۃ۔ بے باک۔ ہر بات منہ پر کہنے والی۔ جو دل میں ہے وہ باہر اس لئے سارے خاندان پر رعب سا تھا۔ کم گو۔ غریبوں کی ہمدرد۔ غرضیکہ بہت سی صفات کی مالک تھیں۔

ساری اولاد ان کی انتہائی فرمانبردار تھی۔ صدقے جاؤں اس پیار کرنے والی ماں کی شفقت کے جنہوں نے یہ سب کچھ ہمیں بتایا۔ سکھایا اور اس رنگ میں ہماری تربیت کی جو ہمارے خاندان میں ایک مثال تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

بقیہ: صـ۲ سے آگے

عام نیکی قضا و قدر کے حادثات سے نہیں بچا سکتی۔ اس لئے دعا اور صدقہ و خیرات بھی بے سود ہیں۔ ایک بالکل غلط اور بے بنیاد خیال ہے جسے نہ تو عقل کا سہارا حاصل ہے اور نہ شریعت کا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ میرا یہ مختصر نوٹ تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے کافی ہونا چاہیئے

(الفضل ۲۶ اگست ۱۹۵۰ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نَو

اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ تمام واقفین نَو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور وہ بڑے ہوکر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

جو دوست "وقفِ نو" میں شامل اپنے بچوں کی تصاویر الفضل میں شائع کروانا چاہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ پاسپورٹ سائز بلیک اینڈ وائٹ اور صاف تصاویر بھجوائیں۔ (ادارہ)

محمد اسحٰق کوثر ابن ملک محمد عبداللہ
ربوہ

ثوبیا فہیم بنت شیخ فہیم احمد
لاہور

عبدالرشید ابن عبدالکریم گجر
ربوہ

فواد منیر ابن منیر احمد بسمل
ربوہ

رضوان ابن ثناء اللہ
منڈی بہاؤالدین

اسامہ مسعود ابن مسعود احمد
رائے ونڈ ضلع لاہور

شبرہ ابڑو بنت انس احمد ابڑو
لاڑکانہ

کاشف احمد ابن ندیم افتخار
لاہور

اطہر احمد ابن چوہدری ظفر احمد
دھیر کے کلاں ضلع گجرات

عاقبہ نور بنت نور الٰہی بشیر
لاہور

سفیر احمد ابن نصیر احمد
ربوہ

فائزہ قمر بنت محمد اسحٰق
کنری ۔ سندھ

امۃ النصیر بنت عبدالحمید احمد
صریح ضلع فیصل آباد

محب جمال ابن ابراہیم جمال
کنری ۔ سندھ

امۃ المصور بنت عبدالمالک
کراچی

محمد طلحہ زوہیب بٹ ابن عطاء اللہ بٹ
ربوہ

طاہر احمد ابن عبدالخالق
ربوہ

ابشام احمد ابن ذوالفقار احمد
ربوہ

بشریٰ کنول ابن طاہر احمد محمود
ربوہ

سائرہ احمد بنت مبشر احمد شاہد
ربوہ

شاہ رُخ احمد ابن آفتاب احمد
ربوہ

بلال احمد ابن داؤد احمد
ربوہ

رمیز احمد مرزا ابن زاہد حسین مغل
ربوہ

ثمن طاہرہ بنت ظہیر احمد
ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ کنٹرول لائن پر ہلاکتوں کے خلاف پورے آزاد کشمیر میں احتجاجی جلسے ہڑتالیں اور جلوس نکالے گئے۔ مظاہرین کی کئی جگہ پر پولیس سے جھڑپیں ہوگئیں۔ سب سے بڑے جلوس کی قیادت کشمیری لیڈر امان اللہ خان نے کی۔ پولیس نے روکنے کی کوشش کی تو مظاہرین کا پولیس سے تصادم ہوگیا پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس برسائی جس سے ۶ پولیس اہلکاروں سمیت ۱۵ افراد زخمی ہوگئے۔

○ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار محمد عبدالقیوم کو بم سے ہلاک کرنے کی ایک سازش پکڑی گئی ہے اس سلسلے میں چار افراد کو گرفتار کر کے ان کے قبضے سے دستی بم برآمد کر لئے گئے ہیں۔ ملزموں نے اقبال جرم کر لیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ بھارتی خفیہ ایجنسی را کے ایجنٹ ہیں۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ افغانستان نجیب اللہ کی حکومت سے علیحدگی کے بعد اقتصادی تعاون کی تنظیم میں شامل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نجیب کا اقتدار ختم ہونے کے بعد افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت تشکیل دی جائے گی۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ سندھ کے وزیر اعلیٰ جام صادق علی بڑی مضبوطی سے اپنے منصب پر قائم ہیں۔ صحت میں تو اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ جلد صحت یاب ہو جائیں۔

○ امریکہ میں پاکستان کی نامزد سفیر سیدہ عابدہ حسین نے کہا ہے کہ پاکستان وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو گرم پانیوں تک رسائی میں مدد دے گا۔ ان ملکوں میں سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا جال بچھانے میں بھی مدد دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کو ممکنہ اتحاد سے خائف نہیں ہونا چاہیئے۔

○ بگ سٹی الاؤنس نہ ملنے کی وجہ سے ۲۰ ہزار سرکاری ملازمین نے ہڑتال کر دی ہے۔ واپڈا ملازمین نے بجلی بند کر دی اور بلدیہ کے ٹیوب ویل آپریٹروں نے پانی کی فراہمی روک دی۔ خاکروبوں کے کام بند کرنے سے شہر میں گندگی کے انبار لگ گئے۔ مطالبہ پورا ہونے تک ہڑتال جاری رکھنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

○ صوبہ سرحد کے سابق وزیر اعلیٰ عنایت اللہ گنڈاپور کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری اندیشۂ نقص امن کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔

○ لاڑکانہ اور سکھر کے دیہات پر ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ۱۲ افراد کو اغوا کر لیا۔ ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ۱۱ افراد کو ہلاک کر دیا۔ جبکہ ۱۰ زخمی ہوئے۔ قتل ہونے والوں میں ایک پولیس اہلکار اور ایک عورت بھی شامل ہیں۔ ڈاکوؤں نے راکٹ لانچر اور جدید اسلحہ استعمال کیا۔ اغوا ہونے والوں کی بازیابی کے لئے تاوان طلب کیا جا رہا ہے۔

○ پنجاب اسمبلی کے سپیکر میاں منظور وٹو نے کہا ہے کہ کورم کا ٹوٹنا نازک مسئلہ بنتا جا رہا ہے مگر یہ پارلیمانی روایت کا حصہ ہے۔ پریس کو چاہیئے کہ اس کو غیر معمولی اہمیت نہ دے۔

○ لاہور میں ہن بازار ٹاؤن شپ میں تاجروں کو دکان کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ واردات کے خلاف تاجروں نے مظاہرہ کیا۔ تمام مارکیٹیں بند رہیں۔

○ اسلام آباد میں ایک غیر معمولی اجلاس میں دفاع کے بارے میں اہم فیصلے کئے گئے ہیں۔ ان فیصلوں کے بارے میں قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو کو بھی اعتماد میں لیا جائے گا۔ امریکی فوجی امداد کی معطلی کے نتیجہ میں دفاع پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں ان کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے حکمت عملی طے کی گئی۔

○ پشاور ائرپورٹ پر راکٹوں کے حملہ کے نتیجے میں سارا شہر لرز کر رہ گیا۔ تاہم دونوں راکٹ نشانے پر نہیں لگے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس حملے کا مقصد ائرپورٹ پر کھڑے طیاروں کو تباہ کرنا تھا۔

○ پنجاب میں پرائیویٹ ہن بجلی گھر لگانے کیلئے تجاویز طلب کر لی گئی ہیں۔

○ وفاقی وزیر مسٹر اعجاز الحق نے کہا ہے کہ میں افغان پالیسی میں تبدیلی کی مزاحمت کروں گا جس حکومت نے بھی یہ پالیسی لانے کی کوشش کی اس کا حشر برا ہوگا۔

غیر ملکی خبریں

○ اردن نے عرب اسرائیل امن مذاکرات کے اگلے دور میں شرکت پر رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ امید ہے کہ شام اور لبنان بھی آئندہ کانفرنس میں شریک ہوں گے جبکہ یہ دونوں ممالک ماسکو میں ہونے والے آخری مرحلے میں شامل نہیں تھے۔

○ اسرائیل نے جنوبی لبنان میں دو فلسطینی کیمپوں پر شدید حملے کئے۔ اسرائیل نے یہ حملہ شمالی اسرائیل میں ایک فوجی کیمپ پر نامعلوم افراد کے حملے کے بعد کیا ہے۔ اسرائیلیوں کا کہنا ہے کہ یہ حملہ کرنے والے فلسطینی ہی ہو سکتے ہیں۔ اس میں دو۔ اسرائیلی فوجی ہلاک اور تین زخمی ہو گئے۔

○ عرب اسرائیل مذاکرات میں فلسطینی نمائندہ مسز حنان اشراوی نے کہا ہے کہ اسرائیل نے عرب علاقوں پر جو غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے اور جو ظلم کر رہا ہے اس کے نتیجہ میں ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔

○ امریکی وزیر خارجہ مسٹر جیمز بیکر نے روس کے ایٹمی سائنسدانوں پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے ملک کی خدمت کے لئے کام کریں۔ واضح رہے کہ ان سائنسدانوں کے بارے میں خطرہ ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک ان کو بھاری معاوضوں پر اپنے ہاں بلا لیں گے۔

○ آذربائی جان اور آرمینیا کے درمیان متنازعہ علاقے نکورنو کاراباخ میں مزید جھڑپوں کی اطلاعات ملی ہیں۔ گولہ باری اور راکٹوں کے حملے سے ۲۰۔ افراد ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے۔

○ یوگوسلاویہ سے علیحدگی اختیار کرنے والی ریاست کروشیا میں جنگ بندی کی خلاف ورزی کے دوران ۳ افراد ہلاک ہو گئے جبکہ بڑی تعداد میں گرفتار کر لئے گئے۔

○ صومالیہ کے دارالحکومت موگا دیشو میں اقوام متحدہ کے تحت جنگ بندی کے باوجود سارا دن لڑائی جاری رہی اقوام متحدہ کے اہلکار حالات کا جائزہ لینے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

○ جنوبی افریقہ میں افریقن نیشنل کانگریس کے سربراہ مسٹر نیلسن منڈیلا نے کہا ہے کہ عبوری حکومت قائم ہونے کے بعد جنوبی افریقہ میں صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ قومی ملکیت کے سوال پر سرمایہ کاری میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔

بقیہ: صا سے آگے

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود بڑا دیدہ زیب ہے اور وہ زیبائش کو ہی پسند کرتا ہے۔ سو تم اپنے اندر زیبائش پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔ پس تم شہر کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرو۔ چھڑکاؤ اور رولر کے ذریعہ گرد و غبار کو دباؤ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ دسمبر ۱۹۵۵ء)

بقیہ: ص۵ سے آگے

ہے۔ اس سلسلے میں کورکمانڈر نے والدین کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ ان کا اولین فرض اپنے بچوں کو بہتر تعلیم دینا اور ان کی اچھی تربیت کرنا ہے آپ نے کہا کہ جہاں تک اساتذہ کے کردار کا تعلق ہے وہ آہستہ آہستہ زیادہ سے زیادہ اہم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارے بدلتے ہوئے حالات میں اساتذہ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اور اگر انہوں نے ان ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہ کیا تو یقیناً ساری قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

بچوں کی جملہ امراض کے شافی علاج کے لئے

النصرت چلڈرن کلینک

ریلوے روڈ۔ ربوہ

قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل کے مشہور شاگرد

حضرت حکیم نظام جان کا مشہور دواخانہ

(رجسٹرڈ) ٭ بے اولاد ٭ نرینہ اولاد سے محروم ٭ اٹھراء ٭ بچوں کا سوکھا پن

٭ گوجرانوالہ فون ۲۱۹۰۶۵ / ۲۱۸۵۳۴ ۰۴۳۱
٭ ربوہ فون ۹۰۶ - ۰۴۵۲۴ ٭ لاہور
٭ اسلام آباد ٭ قلعہ کالر والا ٭ ملتان ٭ کراچی